پروفیسر محمد اکرام تائبؔ

رنگِ سخن

موجِ خیال

آرزوئے شبِ وصال نہ کر
اُن کو چُھونے کی تو مجال نہ کر
سانس سکھ کا کبھی تو آئے گا
اب یہ بُھولے سے بھی تو خیال نہ کر
اپنی غیرت کا امتحان نہ لے
گھٹ کے مر جا مگر سوال نہ کر
ذکرِ جام و خُم و کلال نہ کر
دھول اڑتی ہے موت کی تائبؔ
اب تو آرائشِ جمال نہ کر

فکاہیہ

حسرت موہانی کی روح سے معذرت کے ساتھ

”بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں“
الٰہی مجھ کو ہمسائے وہ کیوں کر یاد آتے ہیں
”نہ چھیڑ اے ہم نشیں! کیفیتِ صہبا کے افسانے“
مجھے پولیس کے اب تک وہ ہنٹر یاد آتے ہیں
”نہیں آتی تو یاد اُن کی مہینوں تک نہیں آتی“
مگر جب کام پڑتا ہے تو اکثر یاد آتے ہیں
کِیا تھا تم نے یہ وعدہ کہ اُن کو بھول جاؤں گا
”تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں“
گئے تھے مانگنے جب ووٹ ہم پچھلے الیکشن پر
سڑے انڈے، گلے مجھ کو ٹماٹر یاد آتے ہیں
اُڑا کر لے گئے بٹوہ گلے ملتے ہی جو تائبؔ
تمہارے شہر کے وہ بھی ستم گر یاد آتے ہیں